فیض احمد فیض کا ایک خط

افتخار عارف کے نام

عزیزی افتخار عارف

آپ نے عسکری مرحوم کی کتاب (جدیدیت یا مغربی گمراہیوں کی تاریخ کا خاکہ) کے بارے میں رائے طلب کی ہے۔ دینی اور فلسفیانہ مسائل پر ہم جیسے کم علم لوگوں کو رائے زنی کا حق نہیں پہنچتا۔ اس لیے ہمارا لکھنا تنقید نہیں محض تاثرات ہیں۔ پہلا تاثر تو یہی ہے کہ اگر آپ کسی بھی مسئلے کے بارے میں پہلے ہی کے اپنے منتخب کردہ نظریئے کو بغیر کسی وضاحت، ثبوت یا استدلال کے مصدقہ قرار دے لیں اور اس کے بعد اس نظریہ سے اختلاف یا انحراف کو گمراہی تصور کریں تو آپ سے بحث لاحاصل ہے۔ کوئی دوسرا فریق اسی طرح کسی مخالف نظریے کو اسی تحکمانہ انداز میں حرفِ آخر قرار دے کر آپ کی ہر بات کا توڑ کر سکتا ہے۔

مزید برآں اگر آپ نے منطق یا عقلی استدلال کو جزوی عقل قرار دے کر پہلے ہی سے غیر معتبر ٹھہرا لیا ہو تو بات آگے کیسے چلے۔ چنانچہ اگر آپ تصوف یا احدیت یا روحانیت (جس کی کوئی تعریف بھی آپ نے نہیں فرمائی) کو صداقت فرض کر لیتے ہیں اور پھر اس کی رو سے مغرب کی گمراہیاں گنوانا شروع کرتے ہیں تو اسی طور کوئی مادیت کے نظریے کا قائل ایسی ہی فہرست مشرقی گمراہیوں کی تیار کر سکتا ہے۔ ایمان یا عقیدہ تو ''لکم دینکم ولی دین'' کی ضمن میں آتا ہے۔ اس کے بارے میں بحث کیسی؟ یہ تو ایک بات ہوئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ

جب آپ نے ایک بنیادی مفروضے کو دلیل ٹھہرا لیا تو آپ اسی کی بنا پر اور کئی مفروضات کو حقائق قرار دینے پر مصر ہوں گے۔ جدیدیت ایسے ہی مفروضات سے بھری پڑی ہے۔ مثلاً یورپ کا ذہن پچھلے چھ سو سال سے بتدریج مسخ ہوتا رہا ہے اور صداقت کو سمجھنے کی صلاحیت کھوتا رہا ہے، اس کے خلاف علامہ اقبال کا کہنا یہ ہے کہ گذشتہ پانچ سو سال سے ہم مسلمانوں نے ذہن کے دروازے بند کر رکھے ہیں اور تفکر و تدبر کے احکامات الٰہی سے روگردانی کر چکے ہیں، اسی لیے ہم میں صداقت کو سمجھنے کی صلاحیت مفقود ہوتی جا رہی ہے۔ پھر عسکری صاحب کو مغربیوں سے بنیادی شکایت یہ ہے کہ ان لوگوں نے با آسمان نیز پرداختن کی بجائے کار جہاں نکو ساختن کو اپنا مقصد ٹھہرا لیا ہے جو بہت بڑی گمراہی ہے۔ لیکن یہ گمراہی تو شیخ سعدی سے لے کر ''چہ خورد بامداد فرزندم۔ ''یاراں فروش کردند عشق وغیرہ''۔ علامہ اقبال تک کئی مشرقی افکار میں بھی مل جائے گی۔ پھر انسان دوستی، انفرادیت پرستی، اعمال اور اخلاق کی اہمیت ان سب کو بھی اہلِ مغرب کی بدعتیں قرار دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں Secrets of the Faith کے دیباچے پر ایک نظر ڈال لیجیے۔ ہمارا کچھ کہنا سند نہیں ہے۔

یا مثلاً ایک سو انیسویں گمراہی یہ ہے کہ ''بیعت اور تصوف کے سلسلوں کو دین سے خارج قرار دینا'' تو کیا ہم نے وہابیت بھی مغرب سے درآمد کی تھی۔ روایت کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ معتزلہ وغیرہ کو روایت سے منسلک نہیں کیا جا سکتا تو بعض بزرگوں کی نظر میں تصوف کے بعض مسالک بھی بدعتیں ہیں، انہیں کیا کہیے گا۔ اسی طرح موجودات اور ماسوا دونوں کو حقیقی سمجھنا یہ بھی گمراہی ہے لیکن قرآن حکیم میں بھی اگر ایک جانب یہ فرمایا گیا ہے: ''ما الحیوٰۃ الدنیا اِلّا لھو و لعب'' تو دوسری جانب یہ بھی ہے ''ما خلقنا ھٰذا باطلاً'' اگر یہ دُنیا باطل نہیں ہے تو حقیقی ہوگی۔ آخر میں مغربی فلسفہ اور سائنس کی بہت عمدہ تلخیص کے بعد (جو میری رائے میں اس کتاب کا سب سے قابلِ قدر حصہ ہے) ان سب کو گمراہی کی مختلف صورتیں قرار دیا گیا ہے۔ چلیے، تسلیم کیا۔ لیکن ہمارے مکرم دوست ڈاکٹر اجمل اس کتاب کو کورس میں شامل کروانا چاہتے ہیں۔ اس کورس میں ان مغربی خرافات پر تضیع اوقات کی کیا ضرورت ہے۔

بہتر یہی ہے کہ اس کے بجائے حضرت بلھے شاہ کے ارشاد پر عمل کیا جائے، یعنی

علموں بس کریں او یار
اکو الف تینوں درکار

بیچارے علماء کو جنہیں معقولات میں افلاطون اور ارسطو کے فلسفے پر بھی پورا عبور نہیں ہے، آپ روسو اور کانٹ، فرائڈ اور سارتر کے چکر میں کیوں ڈالنا چاہتے ہیں۔ تفصیلی مطالعے کے بغیر محض آپ کے چند جملوں پر تکیہ کر کے یہ حضرات کسی بحث پہ کیسے پورے اُتریں گے۔

شعر و ادب کے معاملات میں عسکری مرحوم کی بصیرت کا میں ہمیشہ معترف ہوں۔ اگر وہ جدیدیت کی ادبی گمراہیوں پر متوجہ ہوتے تو غالباً بہتوں کا بھلا ہوتا۔ یہ تصنیف تو انہیں حضرات کے کام آ سکتی ہے جو پہلے ہی سے علم لدنی سے فیضیاب ہیں اور پھر دینی تفسیر و تشریح پر تو بقول عسکری صاحب کے صرف علما کا اجارہ ہے، اس لیے تو یہی بہتر ہے کہ ''بلھیا چپ کر دھڑ وٹ۔'' (آپ نے اتنی پنجابی تو سیکھ لی ہوگی)۔ اگرچہ ہم عوام کے لیے پھر یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ بہتر (۷۲) میں سے کس فرقے کے علماء کو معتبر جانیں اور یہ بھی کہ (شیخ) عبدہٗ، طٰہٰ حسین، جمال الدین افغانی، علامہ اقبال وغیرہ بمع عسکری صاحب کے علما میں شمار کیے جائیں کہ نہیں۔

لیکن یہ سب جزوی عقل کی باتیں ہیں جو بجائے خود گمراہ کن ہیں۔ البتہ ان سب باتوں سے قطع نظر عسکری مرحوم کی تحریر Art for Arts Sake کے لحاظ سے قابلِ تحسین ہے۔

فیض

روزنامہ ''جنگ''، راولپنڈی، ۲۷ دسمبر ۱۹۸۲ء